تصوّرات

(غزلیں، نظمیں اور اشعار)

قلیل جھانسوی

(اشوک کمار شری واستو)

تصوّرات

(غزلیں، نظمیں اور اشعار)

قلیل جھانسوی

تصوّرات

(غزلیں، نظمیں اور اشعار)

قلیل جھانسوی

(اشوک کمار شری واستو)

© قلیل جھانسوی

نام شعری مجموعہ	:	تصوّرات
شاعِر	:	قلیل جھانسوی (اشوک کمار شری واستو)
پتہ	:	919/B-5، آشیانہ ٹاؤن، بھواڑی،
		الور روڈ، تھاڈا۔301018 (راجستھان)
فون نمبر	:	9892250853
سنہ اشاعت	:	2024
قیمت	:	-/100 روپے
ناشر	:	شاعر
کمپوزنگ	:	سائرہ گرافکس پوائنٹ فون: 9968074298

TASAWWURAT
(Urdu Poetry)
by
QALEEL JHANSVI
(Ashok Kumar Shrivastava)
Published: 2024
Rs. 100/-
919/B-5, Ashiana Town, Bhiwadi, Alwar
Road,Thada-301018 (Rajisthan)

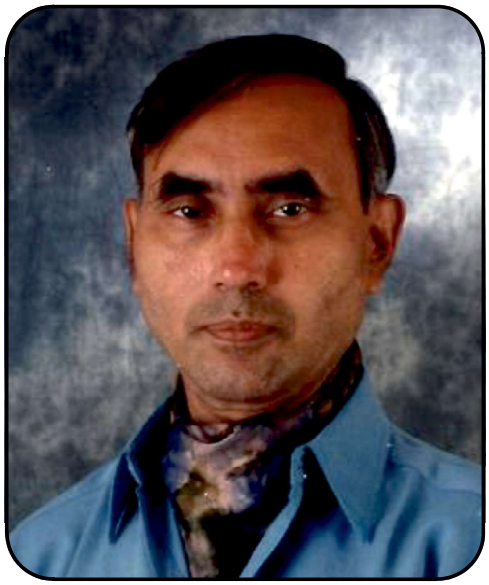

قلیلؔ جھانسوی (اشوک کمار شری واستو)

پیدائش: 1951، جھانسی، اتر پردیش

تعلیم: ایل ایل بی (ممبئی)، ٹی وی ڈائریکشن (لندن)

ایڈورٹائزمنٹ اور ڈاکیومنٹری کے پروڈیوسر ڈائرکٹر/ میڈیا کالم نویس

فلم انسٹی ٹیوٹ پونے، مائکہ احمد آباد اور راموجی حیدر آباد کے پروفیسر

فون نمبر: 00 91 9892250853

ای میل: kumar_incomm@yahoo.co.uk

شری اقبال نارائن شری واستو

میرے والد

میرے استاد

میرے دوست

اور میری شاعری کے محرک

شری رہس بہاری لال

میرے دادا مرحوم جو جھانسی شہر کے زمیندار تھے۔
وہ شاعر تھے اور احقرؔ جھانسوی کے نام سے لکھتے تھے۔
ان کی شاعری انٹرنیٹ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

میرے پردادا مرحوم

جو گوالیار اسٹیٹ کے پلیڈر تھے

اس کتاب کی کوَر تصویر
شاعر کے بڑے بھائی ڈاکٹر نینی کمار کی
ایک مشہور پینٹنگ ہے اور انھیں کے کلیکشن سے لی گئی ہے۔

وہ جو اوراق

محبت کے زمانے میں لکھے تھے

پھاڑ رہا ہوں

تو یہ لگتا ہے

کہ پھر سے جی لوں

تیرے ساتھ میں گزرا ہوا لمحہ لمحہ

وہی شدت، وہی الفت، وہی جینا مرنا!

فہرست

غزلیں

1 زُعمِ خودی میں سر کو اٹھایا ہے خار نے 13
2 آؤ کچھ شام کو رنگین بنایا جائے 14
3 جب وہ جھگڑے مٹا چکے ہوں گے 15
4 کوئی یاد آ رہا ہے مجھے آنسوؤں میں ڈھل کے 16
5 بات کہے دیتا ہوں اپنی لِکھ لِکھ کر دیواروں سے 17
6 چار دن زندگی اور پھر موت کی طرح 18
7 نہ جانے کون سے قرضے چکا رہا ہوں میں 19
8 پاؤں میں تجربات کے نشانات پڑ گئے 20
9 کواڑ کھڑکی کے بند کر لو، ہوا میں اب کے زہر بہت ہے 21
10 ان کی اڑتی سی نظر جب سے پڑی ہے یارو 22
11 رسمِ الفت بدل گئی ہوتی 23
12 دل میں سیسہ اتار ڈالا ہے 24
13 کتنے صندل کی تراوٹ کتنے شعلوں کی لپک 25
14 اپنے دامن میں سمیٹے ہیں یہ کیا کیا ہم بھی 26
15 خودکشی کے بھی طریقے ہیں بہت 27
16 پیار کی باتیں کب تک کیجے 28
17 جال بچھانے والے دو پل پیار بھی کر کے دیکھ 29

18 تعلقات کے بادل چھٹے آخر 30
19 جانے والا رُک نہ سکے گا یہ تو ہم بھی جانے ہیں 31
20 خونچکاں دل کہاں کہاں ہارے 32
21 زہر ملا کے دوا دے رہا ہے مجھے 33
22 گزرے ہوئے وقتوں کو بہت یاد نہ کر 34
23 ارجن اب کے گلی گلی ہے لائیں کہاں سے کرشن 35
24 حوصلہ ہے تو دیکھ چل کے بیچ دھارے میں 36
25 مِرا ہر اک گناہ بھی میرا ہے، میرے ثوابوں کی طرح 37
26 لاکھوں حسیں خیال آ آ کے رہ گئے 38
27 میں تمھاری نفرتوں کے بوجھ میں جیتا رہا ہوں 39
28 تم پر بھروسہ کر لیا جب سے 41
29 کوئی سمجھائے کہ بے چین طبیعت کیوں ہے 42
30 اندھیرے اب وہاں رقص کرتے ہیں اُجالے منہ چراتے ہیں 43
31 خود اپنے آپ سے شرمسار بہت ہوں 45
32 دھوپ بھی رُخ بادلوں کا دیکھ کر کھلنے لگی 46
33 عشق کو دِل لگی سمجھنے والے 47
34 وہ جو روٹھے ہیں کسی بات سے کسی بات سے من جائیں گے 48
35 اس روشنی کو کچھ کم کر دیا کرو 49
36 دوست بن کر کے دغا دینا کوئی سیکھے تم سے 50
37 میں جس کو چاہتا ہوں اس کو خدا کہہ نہیں پاتا 51
38 ہوائیں گرم بہت ہیں سنبھال کر رہنا 52
39 آؤ زندہ رہنے کی کوشش کریں 53
40 چال پر ان کی دل لچک لچک جائے 54
41 میں تمھارے زخم پر مرہم لگانا چاہتا ہوں 55
42 قتل کے خنجر پہ دو بوند لہو اب بھی ہے 57
43 دور سے دیکھو تو زندگی خوبصورت ہے 58

44 خودکو نیلام کر کے قرضے چکا تا رہا ہوں میں 59

نظمیں

1 گھر 61
2 پُرسشِ حال کے جواب میں 65
3 زہر کا دریا 66
4 رہنے دو مجھے 67
5 روشنی سے بھرا شہر 69
6 کارِنو 71
7 تمھاری قسم تم بہت یاد آئے 73
8 زندگی کا عالم 75
9 زندگی بیچ دھارے 77
10 کبھی 79
11 آخری پائیدان کی وسعتیں 80
12 چاند سورج ہو گیا ہے 82
13 خواب آسمانوں سے 84
14 کبھی ایسا بھی تو ہو 85
15 حُسن 87
16 محبت کا راستہ 88
17 درد اتنا نہیں 89
18 میری یاد 90
19 رہبر 91
20 تمھاری رہبری کا یار کیا کہنا 95
21 نظم 97

اشعار 98

غزلیں

○

زُعمِ خودی میں سر کو اٹھایا ہے خار نے
کیا انقلاب ڈھایا شکستِ بہار نے

میں خود کبھی نہ آتا ترے گھر پہ اے رقیب
وہ تو جنوں میں کھینچ لیا رہگزار نے

تم لوگ صاف صاف بتاتے نہیں ہو کیوں
ڈولی کا حشر یوں کیا کس کہار نے

اِک عمر منتظر اُس در پہ کٹ گئی
کیا حال کر دیا دو دِن کے پیار نے

جو لے گئے تھے دل، واپس بھی کر گئے
چھوڑی نہ ذات دلِ ناکردہ کار نے

کوشش تو ضبط کی ہم لاکھ کر چکے
پانی پھرا دیا نالۂ بے اختیار نے

بہلا رہا تھا جو وہ ہی رونے لگا قلیلؔ
خود اپنا درد چھیڑ دیا غمگسار نے

○

آؤ کچھ شام کو رنگین بنایا جائے
گھر درے فرش پہ قالین بچھایا جائے

مضطرب ساز سے پھر دھول صفا کی جائے
بھرّائے گلے سے ہی کوئی راگ نکالا جائے

دل جلا کرکے بہت دیکھ لیا
اب چراغوں کو جلاؤ کہ اُجالا آئے

عمر بھر تو وہیں ڈولا ہے عاشق اِس کا
اُن کی گلیوں سے ہی ہوکر کے جنازہ جائے

بات کرنی تمھیں آتی ہی نہیں ہے شاید
یہ تو سمجھو انھیں سچ کتنا بتایا جائے

گزرے ہوئے وقتوں کے سُبک ورقوں کو
آؤ ترتیب سے پھر آج لگایا جائے

سب خریدار گئے، آؤ اب آئینہ دیکھیں
کچھ تو خود اپنا بھی مول لگایا جائے

ان دنوں شکوہ ہے انھیں ہم سے قلیلؔ
اپنی آواز کو کچھ اور دبایا جائے

○

جب وہ جھگڑے مٹا چکے ہوں گے
خون کتنا بہا چکے ہوں گے

چاند کا زخم دیکھنے والے
شمعیں کتنی بجھا چکے ہوں گے

اب تو اللہ اپنا مالک ہے
بزم میں وہ بھی آ چکے ہوں گے

آج اِس گھر کو بیچنے والے
کل کو گلشن لٹا چکے ہوں گے

کل کے سپنوں کو پالنے والو
کل تو سپنے رُلا چکے ہوں گے

ان کے تم دوست ہو کہ دشمن ہو
وہ جو مقتل میں جا چکے ہوں گے

بس قلیلؔ ان کی یاد باقی ہے
دشمنی جو نبھا چکے ہوں گے

○

کوئی یاد آ رہا ہے مجھے آنسوؤں میں ڈھل کے
کوئی آ گیا یہاں بھی میرے ساتھ ساتھ چل کے

میں قدم قدم پہ پھسلا انھیں راستوں پہ جن پر
اپنی سمجھ میں رکھا میں نے ہر قدم سنبھل کے

اک پل قرار آتا، دو دن کی زندگی میں
بے چینیاں ہی ملتیں صورت بدل بدل کے

ہم مفلسوں کی جھولی خالی ہے، دل بھرے ہیں
سمجھا کے راہزن کو ہم آئے ہیں بچ نکل کے

دل میں تمھارے کیا ہے تم صاف صاف بولو
مِرا حال پوچھتے ہو کتنا سنبھل سنبھل کے

مجبور کردیا مجھے بربادیوں کی جانب
کیا کیا تو کھیل کھیلا یہ دل مچل مچل کے

گر تم بھی ساتھ ہوتے تو کچھ اور بات ہوتی
ورنہ تو زندگی ہے، اشعار میں غزل کے

○

بات کہے دیتا ہوں اپنی لِکھ لِکھ کر دیواروں سے
پڑھ لینا کل پڑھ لیتے ہو جیسے راہ ستاروں سے

چھلی ہوئی ہے کھال ابھی تک ہوا چلے تو لگتی ہے
دل بے چارہ رگڑ گیا تھا دنیا کی دیواروں سے

کتنا بھٹکے، کتنا پوچھا راہ ہمیں بتلا دو
اس سے بہتر ہم نے سوچا ہو جائیں بنجاروں سے

آس کے مارو مر جاؤ گے اور مداوا کوئی نہیں ہے
آخر یہ کیسے کہہ دیتے وہ اپنے بیماروں سے

آس کے موتی دل کا سونا چند نگینے یادوں کے
بچا کھچا تم کیا لے آئے دنیا کے بازاروں سے

دیواروں سے جوجھ کے تھک کر طفلِ جہاں کو نیند لگی ہے
ان کو کون قلیلؔ سکھائے گنتی چاند ستاروں سے

○

چار دن زندگی اور پھر موت کی طرح
ہم کتنی جلدی ہو جاتے ہیں برطرف

سکڑے ہوئے خیال، میلا سا دل لیے
دنیا میں پھر رہے ہیں جیسے کہ ہیں شرف

جسمِ خاکی کو، روحِ گھائل کو
ڈھانک لے قمیض سے کر کے کچھ کلف

باہر سے آپ واہ اندر سے اوف اوہ
جیسے بغیر موتی مل جائے کوئی صدف

کرتے رہے تمام قتلِ بے گناہ روز
اور اُس کے بعد کر لیا ایک دن طوف

کل کے طفلِ بے شعور و بے ادب
دیکھو قلیلؔ آج بن گئے ظرف

○

نہ جانے کون سے قرضے چکا رہا ہوں میں
اپنی نظر میں آپ گرا جارہا ہوں میں

ہر ایک گام گھٹن ہے بند ڈبّے سی
ایک بدبو کی طرح جیے جارہا ہوں میں

خامشی سخت بھاری ہے اس لیے شاید
تم سے تمھاری بات کیے جارہا ہوں میں

عجیب لوگ ہیں اور عجیب دنیا ہے
جس میں اجنبی سا چلا جا رہا ہوں میں

تونے ہر شام پلا کر ہی تو لوٹا ساقی
پھر بھی تیری شراب پیے جارہا ہوں میں

بڑا عجیب سا قصہ ہے موت کا یارو!
ذرا سا غور کرو، وہ ہی سنا رہا ہوں میں

چمن کی چاند کی گلچیں کی بات بس
دریائے زہر میں اُترا جارہا ہوں میں

جینے کی اک وجہ بتاؤ تو تم قلیلؔ
جتن ہوش میں آنے کا کیے جارہا ہوں میں

○

''پاؤں میں تجربات کے نشانات پڑ گئے
وہ ٹھوکریں لگی ہیں کہ پتھر اکھڑ گئے''

من مٹاؤ سا پھول اور کانٹوں میں کیا ہوا
ایسی بڑھی یہ بات کہ گلشن اجڑ گئے

جیون کی راہ میں کچھ پیچ یوں پڑے
اپنے ہی آپ سے ہم خود بچھڑ گئے

طوفاں کو دوش دے کے برغلاؤ مت
تم تو درخت تھے، تم کیوں اکھڑ گئے

کانٹوں کی ہائے تھی یا انقلاب تھا
گلشن کو جن پہ ناز تھا وہ پھول جھڑ گئے

سمجھا کوئی نہ میرا مرض نہ علاج
تیماردار سب مِرے آپس میں لڑ گئے

○

کواڑ کھڑکی کے بند کرلو، ہوا میں اب کے زہر بہت ہے
نہ جانے کس کی نظر لگی ہے ، ڈرا ڈرا سا شہر بہت ہے

جو لوٹتے تھے وہ لُٹ رہے ہیں، ڈرانے والے بھی ڈر رہے ہیں
بھوکے پیٹوں کے خالی ہاتھوں میں یار اب کے اثر بہت ہے

ادا سے تم ہم کو دیکھ لینا، نظر نظر میں سلام لینا
وگرنہ محفل میں آج شب بھی کل کے جیسا غدر بہت ہے

جو مر گئے ہیں وہ جی رہے ہیں، جو جی رہے ہیں وہ مر چکے ہیں
بیج بوئے تھے تم نے جو کل، فصل میں ان کے اثر بہت ہے

یقین رشتوں سے مٹ چکا ہے، یہ گھر دیواروں میں بٹ چکا ہے
ہزار شاخوں میں پتّوں پتّوں، بٹا ہوا ہر شجر بہت ہے

آسمانوں کی اب بغاوت میں آج تارے بھی جڑ گئے ہیں
کالی راتوں کے اس ثمر میں، انتظارِ قمر بہت ہے

جو تم سمجھتے ہو ہم نہیں ہیں، جو ہم سمجھتے تھے تم نہیں ہو
بھرم کی دنیا بھرم کا جینا، مزا بھرم میں مگر بہت ہے

اُدھار جیون کے چار پل بس، بچے ہیں تب تم ملے ہو ہم کو
ہزار جنموں کی لاکھ باتیں کروں میں کیسے یہ ڈر بہت ہے

○

ان کی اڑتی سے نظر جب سے پڑی ہے یارو
دشمنوں کو بھی مِرے دل کی پڑی ہے یارو

ڈر کے جس بات سے میں نے وہ محلّہ چھوڑا
وہ بلا اب میری چوکھٹ پہ کھڑی ہے یارو

ایک تصویر سی اس گھر میں جڑی ہے یارو
مالکوں کو بھی نہیں جس کی پڑی ہے یارو

دم نکلتا ہوا معلوم تو ہوتا ہے مگر
جانے کس بات پہ بس سانس اڑی ہے یارو

ایسا لگتا ہے کہ وہ آئے تھے، بیٹھے تھے یہاں
جانے اس جگہ تسلی سی بڑی ہے یارو

آخرش آ ہی گئی تم سے بچھڑنے کی گھڑی
پہلے لگتا تھا کہ اک عمر پڑی ہے یارو

ان کو نیند آ گئی، سنتے تھے کہانی میری
داستانِ غمِ دنیا ہے، بڑی ہے یارو

اس نے شانہ میری جانب کو بڑھایا ہے قلیلؔ
موت لگتا ہے کہ بس پاس کھڑی ہے یارو

○

رسمِ الفت بدل گئی ہوتی
زندگی یوں بھی کٹ گئی ہوتی

تم سمجھتے تھے ہجر کا مطلب
رات باتوں میں کٹ گئی ہوتی

وقتِ رخصت وہ مل گئے ہوتے
یہ عداوت بھی مِٹ گئی ہوتی

گرچہ منزل پہ وہ بھی مل جاتے
یہ تھکاوٹ بھی مٹ گئی ہوتی

دوستانہ بڑا ہے رشتوں میں
دوستی ورنہ مٹ گئی ہوتی

کوئی تو آگ دل میں طاری ہے
ورنہ کیا عمر کٹ گئی ہوتی

کاش دیوانگیٔ منزل بھی
منزلوں تک سمٹ گئی ہوتی

○

دل میں سیسہ اتار ڈالا ہے
زندگی تو نے مار ڈالا ہے

وہ تو ساقی کی آنکھ تھی ورنہ
اتنے لوگوں میں ایک پیالا ہے

ہو رہی ہیں اٹاریوں باتیں
ان کا دنیا میں بول بالا ہے

کیا کہیں بات کرنے والے تھے
ضبط نے پھر سے زور ڈالا ہے

آخری بوند تک نہیں چھوڑی
کتنا پیاسا یہ پینے والا ہے

گھوم پھر کر کے پھر چلے آئے
یہ جو منظر ہے دیکھا بھالا ہے

بات کچھ تو ضرور ہے آخر
اُن کے منہ پر بھی آج تالا ہے

کوئی تارا سا ٹوٹتا ہے قلیلؔ
دیکھ تو کس قدر اجالا ہے

○

کتنے صندل کی تراوٹ کتنے شعلوں کی لپک
نیم خوابیدہ سی اٹھتی ہوئی گرتی وہ پلک

ان کی آغوش میں خلوت کا سکوں بھی خوب
اور احساس کچھ ایسا بھی کہ گردش میں فلک

جو لمحے تیری حسرت میں گزارے جاناں
آنکھ اب تک اسی منظر کو نہارے اپلک

اب کے مت آنکھ ملانا اور نہ بے قابو ہونا
بادہ پیالے سے نہ پھر دیکھ کہیں جائے چھلک

اچھا سا تو جذبہ تھا وہ کیا تھا، اے قلیلؔ
خواب سے لے کے جنوں بن کے پھر خواب تلک

○

اپنے دامن میں سمیٹے ہیں یہ کیا کیا ہم بھی
ضبط بھی درد بھی دنیا بھی جگر بھی غم بھی

در بدر ہونے کہاں ہم بھی چلے تھے گھر سے
در بدر ہو کے مگر خود سے پشیماں ہوئے ہم بھی

ان اندھیروں میں اجالے بھی ہیں کچھ کچھ لیکن
گھر میں تھوڑا بھی دکھائی دے تو دیکھیں ہم بھی

زہر پی پی کے بہت روز گزر کی ہم نے
کوئی امرت بھی ذرا دیتا تو پیتے ہم بھی

یوں لٹی اب کے محبت سے یقیں کی دولت
آج روئے ہیں بہت دیر یہ پتھر کے صنم بھی

موت سے خیر مجھے کوئی محبت تو نہیں ہے
جئیں تو کہاں تک یہ مگر جور و ستم بھی

اس طرف دیکھ کے جاتا ہے کہاں مُڑ کے قلیلؔ
آنکھ ہی آنکھ میں کچھ بات کہے ہیں ہم بھی

○

خودکشی کے بھی طریقے ہیں بہت
جیسے ہم آپ پہ مرتے ہیں بہت

تم پہ کرتے ہیں بھروسہ بے حد
شک مگر خود پہ بھی کرتے ہیں بہت

ہر پہر اُسے راتوں کی طلب ہے
گھیرے ہوئے تارے جسے رہتے ہیں بہت

چشمِ نم ، زخمِ جگر، آہ و فغاں
دوست کو بدنام بھی کرتے ہیں بہت

روشنی یوں بھی ڈراتی تھی مگر اب
ہم اندھیروں سے بھی ڈرتے ہیں بہت

گو کہ تنہائی کی تو عادت ہے ولے
تنہائی سے بیزار بھی رہتے ہیں بہت

جن سے بےفکر نظر آتے ہیں ہم لوگ
ان کی ہی فکر بھی کرتے ہیں بہت

○

پیار کی باتیں کب تک کیجے
دل کو زخم کہاں تک دیجے

اندھی ، بہری، گونگی، بستی
کس سے بات کہاں تک کیجے

چوری کا کچھ چلن چلا ہے
جینا ہے تو چوری کیجے

بھرم تو رکھیے الفت کا کچھ
منھ سے بات تو میٹھی کیجے

ہرنی چال بجریا نینا
دل کو آج تو کھونے دیجے

○

جال بچھانے والے دو پل پیار بھی کر کے دیکھ
جیت جیت کر مر جائے گا، ہار بھی کر کے دیکھ

بڑا بکٹ سنّاٹا ہے اور بڑا بکٹ اندھیارا
پو پھٹنے تک رکنے کے آثار بھی کر کے دیکھ

نقلی کے بازار میں اپنی عمر گزاری تو نے
ایک بار تو اصلی کا بیوپار بھی کر کے دیکھ

ساحل سے سمجھانے والے اب کے میری مان
ہمت کر کے دریا کو تو پار بھی کر کے دیکھ

جینے کے اب طور طریقے بدل گئے ہیں یار
قلم کو اپنے ہاتھوں میں تلوار بھی کر کے دیکھ

تیز لہر میں بیچ دھار میں اِدھر اُدھر مت دیکھ
بچنا ہے تو ہاتھوں کو پتوار بھی کر کے دیکھ

○

تعلقات کے بادل چھٹے آخر
صاف چہرے تو کچھ دِکھے آخر

دوستی سے بڑا نہیں رشتہ
دوست ہی کچھ نہیں ملے آخر

روشنی ہے تو زندگی ہوگی
دیپ جلتے ہیں کس لیے آخر

کون بہلا گیا نگاہوں کو
اشک کب سے نہیں بہے آخر

کائی کتنی ہٹائیں گے ہم بھی
ٹھہرا پانی بھی کچھ ہِلے آخر

دل جو دل ہے تو ٹوٹنا طے ہے
کھیل دل نے ہی طے کیے آخر

آسرا تھا تو ایک ان کا تھا
وہ بھی دنیا سے چل دیے آخر

ہم کو ان سے قلیلؔ کیا شکوہ
اپنے آنسو ہی تھم لیے آخر

○

جانے والا رُک نہ سکے گا یہ تو ہم بھی جانے ہیں
لیکن دل کی باتیں اپنی سوچ بھلا کب مانے ہیں

خود کو کھو کر رستہ پایا، رستہ پا کر منزل
منزل منزل بھٹک رہے اب دنیا کے دیوانے ہیں

غصہ تم پر یوں آتا ہے کیوں کہ تم کچھ اپنے ہو
جن سے ہنس کر ہی ملتے ہیں وہ سب تو بیگانے ہیں

جس کا جتنا حال ہے اس کا اس سے زیادہ ماضی ہے
چھپّر پھاڑ کے ملنے والی باتیں سب افسانے ہیں

دل سے تھے مجبور نہ جانے صحیح کیا یا غلط کیا
ہم کیا جانے ہم تو ناصح سب کے سب دیوانے ہیں

○

خونچکاں دل کہاں کہاں ہارے
داؤ والوں کے پیچ تھے نیارے

چاندنی کا خیال تھا ورنہ
تھے بغاوت پہ چاند سے تارے

ایک آنسو سمجھ کے پوچھا تھا
خون چہرے پہ مَل گیا سارے

ٹھیلے ٹھیلے پڑا رہا سونا
لوگ مٹی پہ جُٹ گئے سارے

تھی خبر شام ان کے آنے کی
آسماں پر تھے رات بھر تارے

ٹوٹ کر کل بکھر گئے پھر سے
ذکر پر ان کے آنکھ بھر تارے

کم محبت کی آگ مت سمجھو
کٹ گئے کوہ، بہہ گئے دھارے

ہے مداوا بھی روگ ہی جیسا
دم نکلتا ہے درد کے مارے

کوئی اپنا وجود کیا کھوتا
رنگ کتنے قلیلؔ پر ڈھارے

○

زہر ملا کے دوا دے رہا ہے مجھے
جو زندگی کی دُعا دے رہا ہے مجھے

دشمنی بیچ دھارے دکھائی ہے اس نے
اسی کا قتل کروں جو کھے رہا ہے مجھے

ماضی کی وادیوں میں بھٹکا ہوا خیال
کتنی صدیوں کا حال دے رہا ہے مجھے

سکوت و شور میں پل پل نفس نفس
حوادثوں سے وہ اب تک بچا رہا ہے مجھے

کبھی تو لگتا ہے موت بہتر ہے
کبھی تجھ سے موہ بڑھ رہا ہے مجھے

نہ جانے کون سے دشمن کہاں سے آئے ہیں
نہ جانے کون اتنی سزا دے رہا ہے مجھے

عجب مزاج ہے بیچارگی کے لمحوں کا
اپنی نظر میں آپ گرا رہا ہے مجھے

وہ ہر ایک موڑ پہ ہر بار مجھے چھوڑ گیا
وعدہ کرکے مکرنا سکھا رہا ہے مجھے

مجھ کو چلنا سکھانے والا قلیلؔ
آگ پہ چلنے کو کہہ رہا ہے مجھے

○

گزرے ہوئے وقتوں کو بہت یاد نہ کر
ماضی کی طرح حال کو ناشاد نہ کر

زخموں پہ مرہم رکھ ، چپ ہوجا
سننے کے لیے کون ہے؟ فریاد نہ کر

راہ کی کھوج میں دیوانہ نہ بن
خطرۂ انجان کی ایجاد نہ کر

حسن پہ پھر سے بھروسہ نہ دِلا
پھر سے اے دل مجھے برباد نہ کر

موت کا وقت ہے دو گھونٹ پلا دے
وقت اب اور بھی برباد نہ کر

اب کے اجڑے گا تو فنا ہوجائے گا
اِس دلِ ویران کو آباد نہ کر

○

ارجن اب کے گلی گلی ہے لائیں کہاں سے کرشن
کون تو ان کا گھوڑا تھامے تھامے کون لگام

پتھرائی سی بوڑھی آنکھیں بھیک مانگتے سوچیں
ناحق میں نے بیٹا کھویا آزادی کے نام

وطن کے ٹکڑے، گھر کے ٹکڑے، ٹکڑے ٹکڑے دل کے
کیا کیا تم نے فن دکھلائے اے میرے گلفام

اپنی کرنی سے ہی اب خود بھاگ رہے ہو دور
کرتوتیں ہیں عقل کی اپنی دنیا پر الزام

○

حوصلہ ہے تو دیکھ چل کے بیچ دھارے میں
ڈوب کر ہی پہنچتے ہیں اس کنارے میں

وہ جس کے نام پہ قربان کر دیا ہم کو
اسے خبر بھی نہیں ہے ہمارے بارے میں

کبھی تو شہر میں آتے، حال چال کہتے
مدتوں سے چرچا نہیں ہے اپنے بارے میں

جگر کے زخم دکھائیں گے راہ منزل کی
روشنی اتنی کہاں کسی ستارے میں

اتفاقاً اگر وہ تم کو مل جائیں
بات کرنا تو ان سے میرے بارے میں

اپنی کوتاہیوں کو غور سے دیکھو
کیوں جل رہے ہو ان کے وارے نیارے میں

گھر میں خود کو محفوظ ماننے والے
فضا بہک رہی ہے ترے دیارے میں

یہ بتا راہبر کہ دراصل تو کون ہے
خون اتنا ہے کیسے رہگزارے میں

جھیل ظلمت کی گردشیں بھی قلیلؔ
رات لازم ہے صبح کے نظارے میں

○

مِرا ہر اک گناہ بھی میرا ہے، میرے ثوابوں کی طرح
ریتی ہوئی آنکھوں میں دُھندھلتے ہوئے خوابوں کی طرح

گفتگو بند ہے دنیا سے میری کس نے بتایا تم کو؟
دل کے نشتر بھی گنے جائیں جوابوں کی طرح

اس طرح تم مجھے شام کے سایوں سے ستانا چھوڑو
دھیرے دھیرے مجھے ماضی پہ رُلاتے ہو شرابوں کی طرح

میں نے کوشش تو یہ کی ہے کہ چھپالوں خود کو
کوششیں ڈھہ جاتی ہیں ہر بار دیواروں کی طرح

بے وفاؤں کی بھی مجبوریاں ہی رہی ہوں گی
وگرنہ کون بدلتا ہے رُخ ایسے ہواؤں کی طرح

منتظر ہوں تو ترا اتنا بھی نہیں ہوں لیکن
ہر بات کہاں ہوتی ہے منظور دعاؤں کی طرح

اپنے جینے سے مجھے خود کو پریشانی ہے قلیلؔ
آنکھ میں جل اٹھے بوند کوئی جیسے دواؤں کی طرح

○

لاکھوں حسیں خیال آ آ کے رہ گئے
کاغذ کی ناؤ جیسے بہاؤ او ڈوب جائے

کوشش تو ہے کہ تم سے نسبت بنی رہے
طبیعت کا کیا ہے مگر، ذرا سے میں اوب جائے

ملنے کے روز دل کے ولولے نہ پوچھ
ملنے کے وقت تک طبیعت نہ ڈوب جائے

تم جانتے ہو تمھاری دعا فضول ہے
بھنور میں آ کے کہو، خدا کشتی نہ ڈوب جائے

بہاروں سے رابطہ، نہ خزاں سے مجھ کو کام
بلا سے کھلے یہ باغ یا غروب جائے

ڈوبنا بھی چاہتے ہو، بچنا بھی چاہتے ہو
عاشق تمھارے جیسا چلّو میں ڈوب جائے

من مارتا نہیں ہوں کیوں کہ میں قلیلؔ
طبیعت ہے میری جدھر جانا ہو خوب جائے

○

میں تمھاری نفرتوں کے بوجھ میں جیتا رہا ہوں
سوچو کبھی میں پیار تم سے کس قدر کرتا رہا ہوں

آج پھر تم کو ہماری یاد آئی شکریہ
کب تمھارے کام آؤں میں دعا کرتا رہا ہوں

اتنا بھروسہ کون کرتا ہے کسی کے نام پر
اس لیے میں شک تری ہر بات پر کرتا رہا ہوں

رات کافی ہو چکی ہے شہر کیوں سوتا نہیں ہے
صبح ہونے تک تو میں خود یہاں جگتا رہا ہوں

رنجشیں رہتے ہوئے بھی کس محبت سے ملے تم
یہی طرزِ عمل ہے جس پہ میں مرتا رہا ہوں

ٹوٹ کر چاہا تمھیں اور ٹوٹ کر بکھرے بھی ہم
تم نہیں سمجھو گے یہ سب، خیر میں بتلا رہا ہوں

راہ میں کانٹے نہ ہوں اور پاؤں میں چھالے نہ ہوں
آسانیاں چن چن کے میں آج تک پچھتا رہا ہوں

یہ چمچماتی روشنی، رنگینیِ محفل و تم
جینا آج تک اس کو ہی میں کہتا رہا ہوں

جب کسی کا کوئی بھی ہوکر نہیں ہوتا کہیں
اس طرح جیتا ہے وہ جیسے کہ میں جیتا رہا ہوں

غالبًا تم بھی مِری طرح اکیلے ہو قلیلؔ
سکوتِ شب چھتوں پر میں تمھیں تکتا رہا ہوں

○

تم پر بھروسہ کر لیا جب سے
خود پر بھروسہ اٹھ گیا تب سے

ظلم کے مارے ہوؤں کا روش دیکھو
جانے کیا نتائج ہوں عجب سے

کڑکتی برق کے سمجھو اشارے
ہوش میں آؤ بزمِ طرب سے

کٹا سر پھڑپھڑاتا ہے ابھی بھی
بے گُنہ کو مار ڈالا کس سبب سے

دوستی میں کیا صداقت تھی تمھارے
دشمنی بھی کر رہے ہو کس ادب سے

چاند تاروں سے نظر نیچے کرو کچھ
خونچکاں ہے ہر گلی کب سے

تم دیتے گئے اور زہر ہم پیتے گئے
تم کو عادت سی پڑگئی تب سے

جھوٹ کتنا بولتے ہو یار تم
پھر جوڑ دیتے ہو سب مذہب سے

آس کے موتی پرونا سیکھ لو
یاس کے بادل گھِر چکے کب سے

○

کوئی سمجھائے کہ بے چین طبیعت کیوں ہے
ہوتے ہوئے سب کچھ یہ فضیحت کیوں ہے

رو رو کے بھی کٹ جاتا ہے لوگوں کا سفر
ہنستے ہوئے لوگوں کی مصیبت کیوں ہے

سو سو طرح جو لوگ ستاتے ہیں مسلسل
ان سے ہی ہمیں یار عقیدت کیوں ہے

خواب ہر بار بہاروں کے دکھائے جس نے
لوٹا بھی اسی نے تو اذیت کیوں ہے

دیکھو کہ توقع تمھیں خود سے کیا ہے
چھوڑو کہ زمانے کی یہ نیت کیوں ہے

انگلی بھی کبھی تھام چلایا نہیں تم نے
پھر میرے لیے دنیا کی نصیحت کیوں ہے

○

اندھیرے اب وہاں رقص کرتے ہیں اُجالے منہ چراتے ہیں
وہ تمھارے شہر سے جو بچ کے آئے ہیں بتاتے ہیں

پرکھا نہیں تم کو، بس بھروسہ کرلیا تم پر
راہبر! اب دشت کے کانٹے بھی ہم پر مسکراتے ہیں

غیروں کی تباہی پر مزا لیتے ہیں جو لے لیں ابھی
یاد رکھیں وقت کے پہیے ہیں ذرا میں گھوم جاتے ہیں

بے سبب کچھ بھی نہیں پر سبب کیا ہے یہ بتا
شریفوں کے کلیجے ہی دہر میں کیوں زخم کھاتے ہیں

بستیاں جو لُٹ گئی ہیں، خودکشوں سے پٹ گئی ہیں
لوٹنے والے انھیں لاشوں کو ڈھو ڈھوکر بھناتے ہیں

تم نہیں سمجھوگے ان کی طلسمی جادوگری
دے کے دعا خوشحالیوں کی، زہر کی بارش کراتے ہیں

عشق کی تاثیر ہے یا یہ روایت ہے زمانے کی
لیلیٰ ہو یا مجنوں روتے ہوئے بھی مسکراتے ہیں

آسماں بھی رنگ کچھ ایسے بدلنے لگ گیا
زمیں برہم ہوہی جاتی ہے، سمندر تمتماتے ہیں

اِتفاقاً ہی صحیح وہ مل تو جاتے راستے میں
دیکھتے تو آنکھ میں اب کتنے تارے جگمگاتے ہیں

مالیوں نے گلستاں کو خاک کر ڈالا قلیلؔ
اب زمینوں کی بڑی قیمت بڑھی ہے وہ بتاتے ہیں

○

خود اپنے آپ سے شرمسار بہت ہوں
ماضی کو بدلنے کا طلب گار بہت ہوں

حالاں کہ زمانے ہوئے رشتہ قطع ہو کے
آج بھی اس شخص سے دوچار بہت ہوں

بستی میں تیری کوئی ہنر کام نہ آیا
اب تک میں سمجھتا تھا کہ ہوشیار بہت ہوں

کہنے کو بہت کچھ ہے مگر میں چپ ہوں
اس دور میں میں یار خبردار بہت ہوں

حالاں کہ انعامات کا حقدار بھی ہوں میں
پر تجھ سے محبت کا خطاوار بہت ہوں

اپنی باتوں سے مرا دل جیتنے والو
دل ہی تو ہے جس سے میں بیزار بہت ہوں

تم ہی بتلاؤ یقیں کِس پہ کیا جائے
آج میں آمادۂ اعتبار بہت ہوں

تم کو پایا ہے تو بچھڑنا بھی پڑے گا
ان دنوں حالاں کہ میں سرشار بہت ہوں

ڈھلتی دیواروں کی مرمت میں لگا ہوں
گھر میں ویسے تو میں بے کار بہت ہوں

○

دھوپ بھی رُخ بادلوں کا دیکھ کر کھلنے لگی
گو سیاست آسمانوں پر بھی اب ہونے لگی

جن گھروں میں علم تک بھی نہیں تھا روشنی کا
ان کھڑکیوں سے بھی اب دھوپ سی کھلنے لگی

بندشیں کچھ بھی نہیں ہیں پھر بھی ہیں لاکھوں یہاں
قید میں کوئی نہیں پھر بھی سزا ملنے لگی

زہر پی کر بھی کوئی مرتا نہیں ہے اِن دنوں
زہر کی شیشی بھی شاید مفت میں ملنے لگی

اب تمھاری زندگی کے فیصلے سب ہم کریں گے
ظالموں کو اِس بات سے تکلیف کیوں ہونے لگی

یہ میکدہ، یہ حسنِ ساقی اور یہ بہتی شراب
خدمتِ مظلوم تو اب، باخدا ہونے لگی

داد دیتا ہوں تمھاری اِس بیچ دھارے دشمنی کی
القا پا کے تم سے ساری دنیا یہی کرنے لگی

کتنے ترقی یافتہ ہو گئے ہیں ہم قلیلؔ
آنکھ اب جگنے لگی ہے اور زندگی سونے لگی

○

عشق کو دِل لگی سمجھنے والے
سنبھل جائیں تو کہنا پھسلنے والے

میں سدا مسکراتا ہی رہا ہوں
مِرا حال سمجھے تو بس رونے والے

ساحل نے سب کا حساب رکھا ہے
سمندر میں کشتی ڈبونے والے

کوئی سنتا نہیں کسی کو بھی
اس قدر بڑھ گئے ہیں کہنے والے

دور وہ ہے کہ سر اتار لیتے ہیں
بغل میں گھر کے ہی رہنے والے

لوٹ کر جو چلے گئے ہم کو
روزانہ کے تھے سلام کرنے والے

تم کو پرواہ میری جان کی ہے
حکم میرے قتل کا دینے والے

ان کو کتنا سہیج کر رکھا
پھر بھی بکھرے بکھرنے والے

○

وہ جو روٹھے ہیں کسی بات سے کسی بات سے من جائیں گے
برسات کے دھارے ہیں، اٹھلائیں گے کچھ دیر کو بہ جائیں گے

تعلقات کتنے بنے مٹے یہ حساب ابھی کون کرے
تکمیلِ سفر تک جو رہے ساتھ وہ ہی دوست کہائیں گے

جینے کے ہنر بھی ہم سیکھے تو خود اپنے ہی تجربوں سے
سو چاک گریباں ہیں، تم دیکھو تو گھر آؤ دکھائیں گے

اچھا ہے کہ اب کوئی امید بھی باقی نہ رہی مجھ کو
تم لوگوں کے آگے ہم منتیں کرنے سے بچ جائیں گے

درد کی آگ کو سینے میں دبا کر کے سلگتی رکھو
یہ جو پھوٹے گی تو ہم ہی دنیا کو بدل پائیں گے

اتر رہا ہے نشہ یوں جیسے زیور سہاگ رات کے ہوں
دھیرے دھیرے حقیقتیں جو عیاں ہوں تو جھیل پائیں گے

○

اس روشنی کو کچھ کم کر دیا کرو
حقیقتوں میں کچھ بھرم رہنے دیا کرو

کامیابی چاہتے ہو تم تو زندگی میں
رشتوں میں سود و زیاں رہنے دیا کرو

بھیڑ کا دل جیتنا چاہو اگر تم
لوگوں کو اپنی بات کہہ لینے دیا کرو

روشنی کے وعدوں پر بھروسہ کرنے والو
رات کو صبح تک ڈھل لینے دیا کرو

اب یہاں کوئی نہیں ہے جاننے والا تمھیں
یہاں تو مجھے اپنے ساتھ چل لینے دیا کرو

کم ہو چلی ہے مقتلوں کی اب ضرورت
ہر شخص کی طرح تلوار رکھ لیا کرو

موت سے پہلے موت کے مرید لوگو سنو
مِری طرح تم بھی محبت کرلیا کرو

غیرانہ بہت ہو گئے ہیں سنورنے کے معیار
کچھ چتونوں میں پیار سا رہنے دیا کرو

○

دوست بن کر کے دغا دینا کوئی سیکھے تم سے
اور تم سے ہر بار دغا کھانا کوئی سیکھے ہم سے

تم سے رونق تو بھلے رہتی ہے محفل میں مگر
مِرے یار نہ بھولو کہ یہ محفل ہے ہمارے دم سے

سو بار چھپانے کی تو میں کوشش کرلوں لیکن
ذکر پر ان کے بدل جاتی ہے صورت اک دم سے

دھیان لگاتا ہوں تو تم سامنے آجاتی ہو
چھت پہ اٹھلاتی ہوئی جیسے کہ آجاتی تھیں چھم سے

خلوت کے لمحے بھی تو میسر نہیں مجھ کو
کیا کیا غمِ دنیا تو نے کھیل کیے ہیں ہم سے

مٹانا تو بہت چاہوں میں مقدر کا لکھا
مٹتا ہی نہیں لائے لکھا کر جو عدم سے

کاش جو گزری ہے وہ ایسی تو نہ گزری ہوتی
آئنہ آنکھ ملانے سے تو نہ کتراتا ہم سے

○

میں جس کو چاہتا ہوں اس کو خدا کہہ نہیں پاتا
اور مجبوریِ روایت زمانہ میں سہہ نہیں پاتا

ٹھٹھک جاتا ہوں اُس دم جب کہیں کچھ بولنا ہو
جلاد کو دشمن کیے مقتلوں میں کوئی رہ نہیں پاتا

تمھاری آنکھ کے جادو نے گویا وہ ستم ڈھایا
شرابوں کا نشہ بھی اب نشہ سا رہ نہیں پاتا

پابندیاں کچھ اِس قدر بڑھ گئی ہیں آج کل
ذہن میں ہے مرے جو بات لفظوں میں کہہ نہیں پاتا

منہ چھپا کر مسکرانا، مُڑ کے تکنا، بھاگ جانا
ان کو بھی کیا اختیار اب اپنے اوپر رہ نہیں پاتا

اب تو لگتا ہے بے وجہ کی بات ہے رونا رُلانا
کچھ تم سن نہیں سکتے اور کچھ میں کہہ نہیں پاتا

شعر میں بھی دل کی کہنا کس قدر مشکل ہوا
لاکھ ہمت ہو مصرعۂ ثانی میں اکثر کہہ نہیں پاتا

تشخیص کرتے ہیں کہ اب طبیعت سنبھلتی جا رہی ہے
اِن حکیموں پر ترس کھائے بنا میں رہ نہیں پاتا

جہاں ہوں جس طرح ہوں ٹھیک ہی ہوگا قلیلؔ
جم گئی سی نالیوں میں پانی کہیں بہ نہیں پاتا

○

ہوائیں گرم بہت ہیں سنبھال کر رہنا
سر کو محفوظ منہ کو باندھ کر رکھنا

اداس شاموں میں یاس رقص کرتی ہے
ماحول ان دنوں وہ ہے کہ کیا کہنا

تم پہ ہم لوگ کتنا یقین رکھتے تھے
تم ایسے فریب نکلے کہ کیا کہنا

تم سے ملنے کی اب تمنا بھی نہیں
جیتے جی کون چاہتا ہے یار مرنا

تم بھی کون تا حشر رہنے والے ہو
ہر ایک سورج کو انت میں ہے ڈھلنا

دل میں ڈر رہے ہیں آنکھیں دکھانے والے
تم ہی نہ سیکھ پائے موقعے پہ وار کرنا

راستے میں پتھر اور ٹھوکریں تو ہونگی ہی
بے کار باتوں سے کیا سفر ترک کرنا

خیر چاہو اگرچہ اس دور میں اپنی
رہنماؤں سے اپنے بنا کر کے رکھنا

○

آؤ زندہ رہنے کی کوشش کریں
چل کے قاتل سے مقتل میں باتیں کریں

ہم سے حالات دنیا کے سدھرے نہیں
کچھ آپ ہی تشریف لایا کریں

زمانہ چلو بے وفا تھا بہت
یاد اپنی بھی کچھ اک وفائیں کریں

پُر خطر راستے راہزن رہنما
تم کو محفوظ میری دعائیں کریں

بھٹکتے ہوئے جنگلوں جنگلوں
بیکار باتوں کی ہی یار باتیں کریں

نشے میں زباں لڑکھڑانے لگی
اب نگاہوں نگاہوں میں باتیں کریں

بچپن کی سب پھلواریاں کھو چکیں
جو صحرا بچے ان کی ہی باتیں کریں

خون و غارت و دہشت گری
اگر دن یہی ہیں تو راتیں کریں

بے قراری بہت بڑھ گئی ہے قلیلؔ
دل نہیں اب ذہن کی دوائیں کریں

○

چال پر ان کی دل لچک لچک جائے
سانس رُک جائے ہوا مہک مہک جائے

شرما کے جو مُسکائیں تو ایسا لگے جیسے
کلیوں سے کوئی پھول چٹک چٹک جائے

جب جاننے والا کوئی باتوں میں لگالے
کاندھے کا دوپٹّہ بھی سرک سرک جائے

ناراض جو ہو جائیں تو ایسا لگے ہم کو
دیوار کوئی جیسے کے درک درک جائے

نین غصے میں تریرے ہوئے پاؤں پٹک دیں
تو پاؤں کی پازیب چھنک چھنک جائے

ٹھمکا جو کبھی جھوم کے مستی میں لگا دیں
ڈھولک بھی وہ اٹھلائے کہ ڈُھلک ڈُھلک جائے

آغوش میں شرماتے ہوئے آ جائیں تو جیسے
بیابان میں بجلی سی چمک چمک جائے

سینے سے جو لگ جائیں تو ایسا لگے جیسے
بجلی سی بدن بھر میں دہک دہک جائے

یوں وصل میں ان کے ہے میرا حال قلیلؔ
پیالے سے جیوں صہبا چھلک چھلک جائے

○

میں تمھارے زخم پر مرہم لگانا چاہتا ہوں
میں تمھارے درد کو محسوس کرنا چاہتا ہوں

زندگی کے معائنے اِک بار پھر بتلا دے مجھے
میں سِرے سے زندگی کو پھر سمجھنا چاہتا ہوں

سُنسان راہیں جنگلوں کی اور یہ تنہا روی
منزلوں کی جستجو میں چھوڑ دینا چاہتا ہوں

جو کروگے سو کرو تم جان کر پریشانی مِری
اے اجنبی پہلے تمھیں میں جان لینا چاہتا ہوں

اوب جاتا ہے بہت آرام کی دنیا سے دِل
اے گردِ ایّام میں اب دل لگانا چاہتا ہوں

کیا کروگے جان کر کے تم پریشانی مِری
میں خود اپنی پریشانی بھول جانا چاہتا ہوں

میں تمھاری ان وفاؤں کے بھی قابل کہاں ہوں
اس لیے اب میں تمھیں بس چھوڑ دینا چاہتا ہوں

ان چھتوں سے چاند بھی دِکھتا نہیں ہے اُس طرح
میں پرانی بستیوں میں لوٹ جانا چاہتا ہوں

تم مجھے اب اس قدر یاد مت آیا کرو
کچھ دن میں اکیلا رہ کے جینا چاہتا ہوں

تو مجھے انجام سے واقف کرا دے ابتدا میں
میں سفر کی زحمتوں سے دور رہنا چاہتا ہوں

کیوں کسی انجام تک پہنچا نہیں میں آج تک
تم کسے انجام کہتے ہو میں سمجھنا چاہتا ہوں

تم سے کہنا ہے مجھے جواب تلک میں کہہ نہیں پایا
اس لیے میں تم سے پھر اِک بار ملنا چاہتا ہوں

کیا بتاؤں کھائے جاتا ہے مجھے کیا کیا قلیلؔ
پِنڈ کیوں ہر چیز سے میں اب چھڑانا چاہتا ہوں

○

قتل کے خنجر پہ دو بوند لہو اب بھی ہے
دھو دینے سے جانباز کی ہستی نہیں مٹتی

قوم پہ مٹنے کا جذبہ کچھ اور ہی ہوتا ہے
اس میں دار کے ڈر سے بھی مستی نہیں مٹتی

تم لاکھ چراغوں سے چمکاؤ بیاباں کو
اندھیروں میں رکھ کر بھی کوئی بستی نہیں مٹتی

تم حوصلہ دے دے کہ تھک جاتے ہو لیکن اب
کیا بات ہے جانے کیوں میری سستی نہیں مٹتی

بیر میں اندھے ہوئے تم سوچ کے دیکھو کیوں
جاں لیوا تھپیڑوں سے میری کشتی نہیں مٹتی

کچھ بات تو ہے ورنہ دیوانی ہے دنیا کیوں
انسان ہے وہ لیکن اس کی پرستش نہیں مٹتی

○

دور سے دیکھو تو زندگی خوبصورت ہے
پاس سے دیکھو تو یہ کیا مصیبت ہے

دور سے دیکھو تو یہ تمھارا رتبہ ہے
سوچ کر دیکھو یہ اس کی زینت ہے

ابتدائے عشق میں وہ جو لذت ہے
وہ کمبخت بعد میں کیا اذیت ہے

تم سے مل کر کے جی نہیں بھرتا
کیا کہوں پیار کی کیا ضرورت ہے

عشق مت کر یہ جان لیوا ہے
اِک دل جلے کی یہ ہی نصیحت ہے

وقت کے کیا کیا ستم سہے میں نے
جی رہا ہوں تو بس یہی غنیمت ہے

○

خود کو نیلام کر کے قرضے چکاتا رہا ہوں میں
اس زندگی کا ساتھ یوں بھی نبھاتا رہا ہوں میں

میری طرف کو دیکھ مگر اس طرح نہ دیکھ
آئینے! اس طرح تو خود کو چڑھاتا رہا ہوں میں

تم سے تو بات چیت کا اب سلسلہ نہیں رہا
گفتگو خود اپنے آپ سے چلاتا رہا ہوں میں

ایسا نہ ہو کہ اس کو کبھی بھول جاؤں میں
تصویر اس کی جیب میں رکھے سہجتا رہا ہوں میں

مجھے یاد مت دلا پھر ماضی کی حرکتیں
کتنا تو اپنے آپ کو دِھتکارتا رہا ہوں میں

کیا کہہ رہا تھا میں، دھیان بٹ گیا مِرا
ایسا جتا کے خود اپنی بات بھلاتا رہا ہوں میں

حقیقتوں کو کوئی بھی اب سنتا نہیں قلیلؔ
حقیقتیں پِرو کے کہانی سناتا رہا ہوں میں

نظمیں

گھر

یہ اٹاری یہ آنگن یہ چھجّے تمھارے
بہت ملتے جلتے ہیں گھر سے ہمارے
ویسی ہی دلاّن ویسی ہی چوکھٹ
بغل میں یوں ہی راستہ تھا ہمارے

تمھارے یہاں یہ جو تلسی لگی ہے
ہمارے بھی آنگن میں تلسی گھرا تھا
جہاں شام دادی جو مستک نواکر
دیا جب لگاتیں تو گھر جگمگاتا

ذرا دور انگریزی کا بڑھنے لگا تھا
چلن آن گاؤں میں پڑھنا چلا تھا
اُسی وقت گھر میں جو بھائی بڑا تھا
زیادہ پڑھائی کو لندن چلا تھا

بڑا جب ہوا میں تو سب نے کہا یہ
کھیتی ہے باڑی ہے گھر ہے مکاں ہے
اگر شوق پڑھنے کا پھر بھی لگا ہے
تو کر لو وکالت یہیں کیا برا ہے

مگر ضد تھی میری کہ باہر پڑھوں گا
یہاں سے نکل کر کے انساں بنوں گا
میں انگریزی سیکھوں گا، صاحب بنوں گا
گنوارو! میں اک دن جہاں جیت لوں گا

نہیں دیکھنے والا کوئی بچا جب
زمینوں کو ہم نے خود ہی بیچ ڈالا
مکان اس لیے چھوڑ آئے کہ شاید
فراغت کے بعد آئیں رہنے دوبارا

فلیٹوں میں رہ رہ کے دادی مریں جب
تو رہ رہ کے بولیں چلو گھر چلیں اب
بہت رہ لیے ساتھ بیٹا تمھارے
جہاں ہم جیے ہیں وہیں ہم مریں اب

کُہر دھیرے دھیرے سمٹنے لگا تھا
وہ خوابوں کا منظر چٹخنے لگا تھا
مگر میں بھی اندیشے اٹھنے نہ دیتا
مجھے تو ابھی تک جہاں جیتنا تھا

بہرحال دادی مریں جب ہماری
صحیح معنوں میں بھٹکتی بے چاری
نگم بودھ پر میں انھیں پھونک آیا
وہ مُردوں کی گاڑی تھی ارتھی ہماری

نہیں کوئی پنڈت ملا تھا جمانے
مِرے بھاری دس دن رہے کیسے جانے
اُسی تیرہیں ہم نے برسی منالی
کہاں ہوں گے کیا جانے اگلے زمانے

بہت دن ہوئے پر بھٹکتا ہوں اب بھی
جہاں جیت لینے کی ہے آس اب بھی
بھلے حوصلے پست ہونے لگے ہیں
مگر تاب جینے کی ہے اور اب بھی

کہیں دل میں لیکن یہ کھٹکا لگا ہے
کہیں تو غلط تو نہیں کر گیا ہے
وگرنہ یہ شدت، یہ محنت کا حاصل
بڑوں سے بھی اپنے پچھڑ سا گیا ہے

میں اکثر کہانی سناتا ہوں گھر کی
مدرسے کی، مندر کی، چھوٹے نگر کی
میں بچوں کو کھیتی کا ٹی وی دکھا کر
بتاتا ہوں ان کو وہ کھیتی ہماری

ہمارا بھی گھر ہے، ہمارا وطن ہے
بڑا پیارا چھوٹا سا اپنا چمن ہے
وہیں لوٹ کر ایک دن جائیں گے ہم
اِسی میں ہمارا تمھارا امن ہے

مگر اب ہمارے بھی بچے بڑے ہیں
اب ان کی بھی چوکھٹ پہ سپنے کھڑے ہیں
جہاں جیت لینے کے ان کے بھی دن ہیں
ہمارے ہی بچے، وہ زیادہ پڑھے ہیں

تمھارا یہ گھر دیکھ کر یاد آیا
کہاں ہم نے ننھا سا بچپن گزارا
کہاں گھٹنوں چل کر قدم پہلا رکھا
کہاں اشق ٹھہرا تھا پہلا ہمارا

اٹاری یہ آنگن یہ چھجّے تمھارے
بہت ملتے جلتے ہیں گھر سے ہمارے
مگر گھر سے رشتے نہ تم توڑ لینا
نہ ہم سے ہوں اللہ سپنے تمھارے

کہ اک دن اگر میں جہاں جیت لوں گا
تو ٹوٹی دیواریں کہاں جوڑ لوں گا؟
دوبارہ میں لاؤں گا دادی کہاں سے؟
دیا رکھنے تلسی پہ کس سے کہوں گا؟
کہاں چھوڑ آیا نہ معلوم گھر میں

◆◆

پُرسشِ حال کے جواب میں

طویل رات
خلوت
نیم باز آنکھیں
بولتی ہمت
یاس تاحدِ نظر
فراق
ماضی کی تلخ یادیں
فردِ بے سلسلہ
احساسِ کمتری
زندگی ان سے اُبر پائے
تو سوچ پاؤں
کہ تم کو
جواب کیا دوں

◆◆

زہر کا دریا

چلو کہ زہر کے دریا کی سیر کی جائے
اُسے متھیں اور امرت کی کھوج کی جائے
اپنے خود غرض اِرادوں کی باٹ بٹ کر کے
کائنات اک نئی شروع کی جائے

وہ جو دانووں کو بھسم کرتی ہو
جو دیوتاؤں کو انسان کرتی ہو
وہ جسمیں شِو کو زہر پینا نہ پڑے
وہ کائنات جو سب کو سمان کرتی ہو

وہ جس میں بھیس را ہو بدل نہ سکے
بدل بھی لے تو امرت کو پی نہ سکے
وہ جس میں کوروؤں کی ذات نہ ہو
وہ جس میں سیتا کوئی چرا نہ سکے

میں جانتا ہوں دنیا بدل نہیں سکتی
ایک ہو کر کے ساگر کو متھ نہیں سکتی
یونہی خیال سا گزرا ہے بے معنی سا
جس کی تکمیل ہر حال ہو نہیں سکتی

پھر بھی
چل کے دیکھو تو زہر کا دریا
متھنے کی کوششیں تو کرو
کسے پتہ ہے پھر سے امرت نکل ہی پڑے

◆◆

رہنے دو مجھے...

گزرے ہوئے وقتوں سے نکل کر دیکھا
آج کا دور علاحدہ تو نہیں ہے
وہی آواز کے سایے وہی بے شرم سراب
آج بھی موجود ہیں کل جیسے خراب
چہرے ذرا بدلے ہیں، نئی بات نہیں ہے

مانا بیتے ہوئے کل سے ندامت ہے مجھے
ایسا کچھ بھی تو نہیں جس سے عقیدت ہے مجھے
ماضی، ولے، کچھ بھی ہو جینے کا بہانا ہے میرے
اک خواب محبت کا سہانا ہے میرے
اب وہ ہی چھوڑ کے جینا ہے تو جینا کیا ہے

ہاں ذرا درد بھی ہو لیتا ہے گاہے گاہے
اور جان پہ بن آتی ہے تب جب چاہے
یہ بھی لگتا ہے کہ راستے بند ہیں سب
اور جینے کی سزا آخر کب تک!

پر میرے دوست یہ حال تو ماضی سے بھی بدتر ہے
اس میں نفرت کے ابالے ہیں بہت
اس میں آہیں، فغاں و نالے ہیں بہت
جینے کے لیے مرنے کی ضرورت ہے بہت

تھا تو یہ پہلے بھی مگر اتنا نہیں تھا
کچھ کا تھا، ٹوٹا ہوا ہر ایک کا سپنا نہیں تھا
مجھ کو میرے ماضی میں فنا رہنے دو
میری الفت میرے جینے کا بہانا ہے بہت!

◆◆

روشنی سے بھرا شہر

روشنی سے بھرا اک شہر دیکھیے
دل میں سارے اندھیرے چھپائے ہوئے

کونے میں کُترے میں کچرے کے ڈھیرے
سڑی تنگ گلیوں میں بدبو کے ڈیرے
دھسکتی دیواروں کے پُرخوف گھیرے
تھکی زرد آنکھوں کے بیمار چہرے
جن کو صدیاں ہوئیں مسکرائے ہوئے
روشنی سے بھرا اک شہر...

جہاں نونہالوں میں بچپن نہیں ہے
جوانی جہاں کھلکھلاتی نہیں ہے
جہاں آدمی آدمی سا نہیں ہے
جہاں زندگی زندگی ہی نہیں ہے
خوشی چھپ گئی منھ چرائے ہوئے
روشنی سے بھرا اک شہر...

ارادوں سے اونچی عمارت جہاں پہ
صدیوں سے لمبی ہیں سڑکیں جہاں پہ
بھٹکتے ہوئے پھر بھی ہیں سب یہاں پہ
یہ کس کا شہر ہے، ہیں کیوں سب یہاں پہ
کہ حوصلے سب کے ہیں چرمرائے ہوئے
روشنی سے بھرا اک شہر...

یہ ہیرے کا بیوپار شیشے سے کر دیں
یہ ماؤں کو بی بی کو نیلام کر دیں
ملاتے ہوئے ہاتھ کب وار کر دیں
دو ٹکے میں یہ بستی کو برباد کر دیں
صاحبِ دہر بن کے پھرتے ہیں یہ جو
خزانے ہیں سب کے چرائے ہوئے
روشنی سے بھرا اک شہر...

روشنی کے تلے ان اندھیروں میں گم
سہتے ہوئے لاکھ ظلم و ستم
صحیح لوگ بھی ہیں ولے ہیں یہ کم
جو کوشش میں ہیں کہ مٹا دیں یہ تم
امیدیں سبھی ان سے ہیں لگائے ہوئے

روشنی سے بھرا اک شہر دیکھیے
دل میں سارے اندھیرے چھپائے ہوئے

روشنی سے بھرا اک شہر دیکھیے
دل میں سارے اندھیرے چھپائے ہوئے

◆◆

کارِنو

کچھ انتظار اور کرو، صبر نا گوار اور کرو
کچھ اپنے سروں کو قلم، گریباں کو چاک اور کرو
اپنے اندر کی گرمیِ خون سنبھال کر رکھو
اندھیروں میں، سخت پہروں میں، ذرا یہ جور اور سہو

صبح ہونے میں وقت ہے یا صرف ایسا لگتا ہے
درد سینے میں اٹھ اٹھ کے ناکامیوں کو روتا ہے
سانس برف بن کر کے دھمنیوں میں بہتی ہے
اپنی قسمت پہ، حالت پہ دم نکلتا ہے
وہ گھڑی ہے کہ آؤ سوچیں کہ کیوں ہوا ایسا

یہ بھی ممکن ہے کہ فضا پلٹ نہ سکے
صبح جو ہوتی دِکھتی ہے کبھی بھی ہو نہ سکے
ہماری موت سے پہلے ہماری صورت بدل نہ سکے
حنا جو پتھروں پہ کھلتی تھی کھل نہ سکے
اگر یہ یوں ہے تو کیا اس کی ذمہ داری اپنی ہے؟

ہم دیوتا کا، دانو کا فرق بھول چکے ہیں
کڑی دوا کا، میٹھے زہر کا فرق بھول چکے ہیں
ہم بھول چکے ہیں دغا کے مسکراتے چہرے کو
ہم اپنی ذات کے تہذیب و سنسکار بھول چکے ہیں
ہمیں جو ہم نہیں ہیں تو غیروں سے کیا گِلہ کرنا

اٹھو کہ خود کو پہچانو، اپنا حوصلہ جوڑو
یہ سلاخیں، یہ بیڑیاں، یہ ہتھکڑی توڑو
یہ بزدلی، یہ ناکامیاں یہ نالہ چھوڑو
اٹھو اور سب ساتھ مل کے یلغار چھیڑو
زمانہ دیکھنا تم کو پھر سے سلام ٹھوکے گا

پھر اس کے بعد صبح خود بہ خود طلوع ہوگی
یہ دنیا تمھارے سامنے پھر سے نگوں ہوگی
فضا میں چار سو پھر تیرنے لگے گی خوشحالی
اور نئے سِرے سے تاریخِ ہند پھر شروع ہوگی
ابھی بھی وقت ہے اٹھو، کارِنو کی ابتدا کر دیں

◆◆

تمھاری قسم تم بہت یاد آئے

اٹاری سے ہم کو بجریا میں تکنا
اگر ہم نہ دیکھیں تو زلفیں جھٹکنا
او پھر بھوں تریرے ہوئے ہم کو تکنا
اگر دیکھ لیویں تو جھنجھری سے ہٹا
وہ معصوم صورت وہ پیاری سی آنکھیں
وہ تصویر جیسے ہے دل میں جڑائے
تمھاری قسم...

بزاجے میں گر اتفاقاً دِکھے تم
لٹیں منہ سے پیچھے ہٹاتے ہوئے تم
سہیلی کو کچھ یوں دکھاتے ہوئے تم
ہماری طرف ہم کو تکتے ہوئے تم
نگاہوں میں چاہت، وہ تیور تمھارے
نہیں میں نے دیکھے تمھارے سوائے
تمھاری قسم...

جو مندر کی سیڑھی پہ چڑھتے اترتے
پڑے سامنے اتفاقاً اگرچہ
مجھے یاد ہے پھول میں نے گرائے
تمھارے لیے، او تم مسکرائے
وہ خوشبو ابھی تک ذہن میں بسی ہے
وہ مندر کی سیڑھی نہ یادوں سے جائے
تمھاری قسم...

پھر ایک مدت نظر تم نہ آئے
بزاروں میں گلیوں میں ہم گھوم آئے
جو لوٹے تو تم مدتوں باد آئے
گدرائے گدرائے سیندور سجائے
تو نظریں ملیں تم جو میلے میں آئے
تمھاری نظر بھی ہٹی نہ ہٹائے
تمھاری قسم...

وہ بچھیئے کے کانٹے سے ساڑی اٹکنا
وہ پاؤں کے جھٹکے سے پایل چھنکنا
وہ ہاتھوں کی جنبش سے چوڑی کھنکنا
نگاہوں میں پھر ہم کو غصے سے تکنا
اُسی اِک لمحے رُک گئی زندگی
یہ پل بھر کی باتیں نہ بھولیں بھلائے
تمھاری قسم...

◆◆

زندگی کا عالم

جیسے پوس کا مہینہ ہو
اور پوس کے مہینے میں
کوئی آنگن میں چارپائی ہو
دھوپ ہو محبت کی
نکہتیں ہوں رشتوں کی
اک وہاں پیڑ ہو جس پر
کوئلوں کا ڈیرا ہو
سبز سبز پتے ہوں
پھول ہوں دعاؤں کے
پھل ہماری محنت کے
پیار کا دوشالہ ہو
اوڑھ کر کے بیٹھے ہوں
چین کے پیالوں سے
الفتوں کے گرم قہوہ کو
سب لوگ مل کے پیتے ہوں
ایسے خیال میں اکثر
میں کھو سا جاتا ہوں

اس دم مگر کہیں سے اٹھتی
چیخ وفغاں کو سن کر
خواب سے ابرتا ہوں
تب سوچنے یہ لگتا ہوں
کاش ایسا ممکن ہو
کہ زندگی پوس کا مہینہ ہو
اور پوس کے مہینے میں
آنگن میں چارپائی ہو
دھوپ ہو محبت کی
نکہتیں ہوں رشتوں کی...

◆◆

زندگی بیچ دھارے

زندگی بیچ دھارے
ہم کنارے کنارے

ستاروں کو دھرتی پہ لانے کی باتیں
زمانے کو مٹھی میں کرنے کی باتیں
ہر اک دوڑ میں فرسٹ آنے کی باتیں
وہ باتوں سے باتیں بنانے کی باتیں
ستارے زمیں پر بچھانے کی باتیں
زمانے ہوئے آسماں کو اتارے
زندگی بیچ دھارے...

کبھی ہم نے سوچا تھا کچھ تو کریں گے
کبھی ہم نے سوچا تھا سائے کاٹیں گے
صحیح ہم نے سوچا تھا رستے ملیں گے
ہم بھی صحیح منزلوں تک چلیں گے
مگر حوصلے ساتھ کب تک چلیں گے
ہوا ہو گئے سب ارادے ہمارے
زندگی بیچ دھارے...

یہ نہیں، ہم نے کوشش نہیں کی
چلنے کی، بڑھنے کی ہمت نہیں کی
سہن ہر قدم غارِ قسمت نہیں کی
بیچ دھارے میں ہونے کی نوبت نہیں کی
ناخداؤں سے سنگت وصحبت نہیں کی
مگر لائی ہر موج ہم کو کنارے
زندگی بیچ دھارے...

ہمارا ہو کوئی یہ ہم نے بھی چاہا
کسی کے لیے ہم ہوں ہم نے بھی چاہا
کسی پہ زمانہ لٹا دیں یہ ہم نے بھی چاہا
محبت ہو جیون میں ہم نے بھی چاہا
یہ دنیا بھی جنت ہو ہم نے بھی چاہا
لگی صرف دوزخ ہی ہتّھے ہمارے
زندگی بیچ دھارے...

زندگی بیچ دھارے
ہم کنارے کنارے

◆◆

کبھی...

کبھی تم کو ہم یاد آتے تو ہوں گے
وہ محسیں ابھی بھی ستاتے تو ہوں گے

ہماری محبت کے قصّے ابھی تک
محلے میں چرچا چلاتے تو ہوں گے

کوئی ان سے پوچھے اگر میری بابت
ابھی بھی وہ انگلی چباتے تو ہوں گے

کبھی دفعتاً بے خیالی میں اب بھی
ہماری غزل گنگناتے تو ہوں گے

کبھی سامنا ہو نہ جائے ہمارا
دل ہی دل میں وہ بھی مناتے تو ہوں گے

کبھی نیم راتوں کی خلوت میں وہ بھی
ستاروں سے آنکھیں بھگوتے تو ہوں گے

◆◆

آخری پائیدان کی وسعتیں

اِن وسعتوں میں تنہائیاں بہت ہیں
نیند اُچٹی ہوئی او جمائیاں بہت ہیں

بونے لوگوں کے کھینچے ہوئے قد
خوشبوئیں اوڑھے ہوئے سڑاندیں
اکھڑتی ہوئی چپکی سی ہنسی
بھٹکتی سی بے شرم آنکھیں
ارمانوں سے لبریز دل
حیوانیت اخلاص کے جامے میں
اور پھڑ پھڑاتے ہوئے لال نیلے بے چین تیور
لوگ یہاں زیادہ تر ایسے ہی ہیں۔
اپنی باہری دنیا کو رنگا رنگ کیے ہوئے!
شاید اس لیے
ان وسعتوں میں راعنائیاں بہت ہیں
میں جوان عروجوں، ان وسعتوں کے خواب دیکھتا تھا
اپنی سطحی تنگ دنیا کو حراست اور انھیں اپنا سمجھتا تھا
یہاں آ کر یکا یک
خود اپنے آپ سے اجنبی ہو گیا ہوں
فردا سے بے خبر
حال میں ڈولتی ہوئی

ماضی کو نکارتی ہوئی
یہاں، فکر صرف یہ ہے کہ کون ''آج'' کیا ہے
اور ''کتنا'' ہے
کچھ ایسے جیسے کہ اُس کم وسیع، سطحی تنگ بستی میں
منّی بائی کے بارے میں سننے میں آتا تھا...
لیکن منّی بائی تھی
اور اس کا چہرہ، اس کی شخصیت تھی
یہاں چہرہ کوئی صاف نہیں ہے
صرف جسم ہیں
لائٹ کے کھمبے کی طرح
اوپر چڑھتے ہوئے
ایک دوسرے کے کندھوں پر!

شاید اس لیے
ان عروجوں پر ویرانیاں بہت ہیں
روشنی کم اور پرچھائیاں بہت ہیں

لیکن اب یہ فکر بے معنی ہے
کیوں کہ
اس اوپری پائیدان پر
آنے کی سیڑھیاں تو ہیں
واپسی کو کھائیاں بہت ہیں
بہر حال، اب میں یہاں ہوں
اور ان اونچائیوں
ان وسعتوں پر، تنہائیاں بہت ہیں

◆◆

چاند سورج ہو گیا ہے...

چاند سورج ہو گیا ہے، چاندنی تپنے لگی ہے
ٹھونٹھ پیڑوں پر پریت سی پھلنے لگی ہے
خوشبوئیں اب ہواؤں میں نہیں ملتیں قلیل
آج کانٹوں سے کلی کھلنے لگی ہے

اب زمیں پر آ گئے ہیں آسماں کے سب ستارے
گھومتے ہیں درندے بستیوں میں مارے مارے
موت بکتی ہے سرِ بازار اور سستی
راستوں میں نچ رہا شیطان تن اُگھارے

خون پانی ہو گیا ہے دھمنیوں میں
اور پسینہ چور ہا پریشانیوں میں
بھرشٹ اب پاون کہا جانے لگا ہے
سب بُدھی جیوی جی رہے نادانیوں میں

اسی دن کے لیے تمھیں ہم نے چنا تھا؟
اس قدر وشواس تم پر کر لیا تھا؟
دل ہمارے جیت کر تم مار ڈالو گے
راج تم کو اس لیے ہم نے دیا تھا؟

تم دیوتا کے روپ میں شیطان نکلے
کتنی جلدی تم نے اپنے روپ بدلے
چھل بھلے ہم دیر سے سمجھے مگر سمجھے
کل جو ہم تھے آج بھی ہیں، نہیں بدلے

تو ابھرتا بُلبُلا، ہم تیز آندھی ہیں
ہم ویوستھا ٹھیک کرنا جانتے ہیں
راج گدّی اب اور تو دوشِت نہ کر
ہم تجھے آدیش دیتے ہیں اتر جا

◆◆

خواب آسمانوں سے

خواب آسمانوں سے
رینگتی چیونٹی سی زندگی
دنیا سمیٹے دل
اور چاک دامن کے چند چھتڑے امید برقرار پھر بھی
اور موسم سے ڈھل رہے ارادے
دو گھڑی اور سلسلہ شاید
دم نکلنے میں رہ گیا ہوگا
ایسے لوگوں کی زندگی کیا ہے؟
مرنے کے بعد ان کا کیا ہوگا؟
مرنے کے بعد سب کا کیا ہوگا؟

اور پھر یہ گماں گزرتا ہے
کہ آسمانوں میں کوئی تو ہوگا
جو اس طرف بھی دیکھتا ہوگا
جو چیونٹی کی ذات سے لے کر
آسمانوں کو دیکھتا ہوگا
اور اپنے کیے پہ خود اکثر
کچھ تو ضرور سوچتا ہوگا

◆◆

کبھی ایسا بھی تو ہو...

کوئی تیر دل کے پار ہو
زندگی سوگوار ہو
درد بے شمار ہو
کوئی نہ غمگسار ہو
اُس گھڑی تو آئے
سینے سے لپٹ جائے
کبھی ایسا بھی تو ہو

جب چاند جی جلائے
راتوں نہ نیند آئے
تنہائی منہ چڑھائے
امید بر نہ آئے
اُس گھڑی تو اُسے
تسکین سا دلائے
کبھی ایسا بھی تو ہو

اُجڑا ہوا سا جی ہو
ہر شئے پہ تیرگی ہو
روزن کوئی نہیں ہو
دوزخ میں زندگی ہو
اس گھڑی تو آئے
اک روشنی دکھائے
کبھی ایسا بھی تو ہو

منہ پہ جب ہو تالا
فریاد ہو نہ نالہ
ظلموں کا بول بالا
ہو خوں چکاں اجالا
اس گھڑی تو آئے
اور قید سے چھڑائے
کبھی ایسا بھی تو ہو

◆◆

حُسن

لبوں کی پنکھڑیوں پہ
کلیوں سی مسکراہٹ
کمل سی آنکھوں میں تتلی سی تیرتی چتون
گالوں پہ پڑتے گڈھے
پھیلتے نتھنے
اور بے باک ہوتے تیور
لاپرواہ ڈھلتا پلّو
جوبن بے فکر
اٹھلاتا ہوا

حسن عشق سے مل رہا ہے

◆◆

محبت کا راستہ

رات گھرتی ہوئی
خطرناک وادیوں کے بیچ
سنّاٹا
خوف زدہ تیرگی
جانوروں کی بڑھتی آوازیں
جسم جما دینے والی سردی...
یہ کس حال میں لا کر چھوڑ دیا تم نے؟
تم نے تو کہا تھا
کہ محبت کے راستے میں
صرف پھول ہی پھول ہیں
اور اس میں کبھی شام بھی نہیں ہوتی

◆◆

درد اتنا نہیں

درد اتنا نہیں کہ مر جائیں
خوف اتنا نہیں کہ ڈر جائیں
عشق اتنا نہیں کہ کھو جائیں
ہے بھی لیکن نہیں بھی ہے سب کچھ
آگ اتنی نہیں کہ جل جاتے
برف اتنی نہیں کہ گل جاتے
جان اتنی نہیں کہ چل جاتے
کتنی سنبھلی سدھی کٹی اپنی
چاندنی آگ سی لگی اکثر
ہم سے تاروں نے بات کی اکثر
رات بھی ادھ کھلی رہی اکثر
وصل و فرقت تو دور کی باتیں
تھا مقدر میں موت کے جینا
جینے والوں کو تلخیاں پینا
بیچ کے لوگ ٹھہرے کمینا
سب کا حاصل سفر ملا لیکن
کاٹھ کے لوگ نیم کی باتیں
اور پیپل کے پیڑ سی راتیں
ہجر کے سوگ، درد کی ذاتیں
دل کو کتنا سنبھال کر دیکھا
زندگی ہم نے کیا نہیں دیکھا

◆◆

میری یاد

مِری یاد تم کو کبھی آتی تو ہوگی
گزشتہ محبت ستاتی تو ہوگی
ادھوری محبت کی بسری کہانی
کبھی دل کے ہاتھوں رُلاتی تو ہوگی
نہ جانے کہاں ہم نہ جانے کہاں تم
یہ بچھڑوں کو قسمت ملاتی تو ہوگی
زمانے کے طعنے محبت کی راتیں
صبا ان چھتوں پر سناتی تو ہوگی
نہ تم جیت پائے نہ ہم جیت پائے
یہ سحرا نظر ڈبڈباتی تو ہوگی
کہیں بھول سے مل نہ جائیں خدایا
مِری طرح تم بھی مناتی تو ہوگی
زمانے کی طرح نہ شاید ہنسو تم
مِرے نام پر مسکراتی تو ہوگی
بس اتنا بتا دو کہ خوش ہو جہاں ہو
نظر آئینے میں ملاتی تو ہوگی
عجب ہے یہ رشتہ ہمارا تمھارا
ہنسی سی زمانے پہ آتی تو ہوگی
خلش سی جگر میں جگاتی تو ہوگی
مِری یاد تم کو بھی آتی تو ہوگی

◆◆

رہبر

(اِس نظم میں 'رہبر' نیتاؤں اور 'کڑکتی بجلیاں' سوشل نیٹ ورک کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔
گویا سوشل میڈیا آنے کے بعد ہی ان نیتاؤں کے جھوٹ کھلے ہیں)

تمھارے ساتھ ساتھ صدیوں سے
تمھاری رہبری کے سائے میں
تم پر یقین کر کر کے
چلتا رہا ہوں اب تک میں
برف برف راہوں پر، آگ کے پہاڑوں پر
تیز تیز دھاروں اور کیچڑی کناروں پر
پھنپھناتے دریا کی جان لیوا موجوں پر
تھرتھراتی سانسوں میں لڑکھڑاتے قدموں سے
خوف دار بیہڑ میں مغلوب تم سے ہو کر کے
چلتا رہا ہوں اب تک میں، منزلوں کی جستجو میں
منزلیں چاندراتوں کی ٹھنڈکوں سی
منزلیں الفت کی سچی قسموں سی
حسن کے قصیدوں سی
عشق کے معیاروں سی
وفا ہوئے ارادوں سی
معصوم مسکراہٹوں سی
باغ میں بہاروں سی
منزلیں کانہا کی بانسری سی

گنگا کی آرتی سی
بے وجہ آئی راحت سی
منزلیں گیتا کا گیان ہو جن میں
رِشیوں کی کیفیت ہو
گھنٹیاں ہوں مندر کی
ہوں خوشبوئیں عبادت کی

ایسا یقین کر کر کے
تمھاری رہبری کے سائے میں
چلتا رہا ہوں اب تک میں
ان اندھیری کالی راتوں میں

مگر اب جو چار سو اندھیرا تھا
آسماں پہ بادلوں کا ڈیرا تھا
طوفاں کی تیز آندھی میں
اجنبی خوف کا بسیرا تھا
ان میں اب بجلیاں کڑکتی ہیں
اور چمک چمک کے اٹھتی ہیں
ان بجلیوں کی چمکن سے آس پاس کا عالم
لپک لپک دمکتا ہے جیسے راز کوئی کھلتا ہے
اور ہر سو ہماری راہوں میں لاش لاش دکھتی ہے
خون جن کا سوکھا ہے اور چیتھڑوں میں کپڑے ہیں
آنکھیں مگر کھلی ہیں اور آنکھوں میں خواب زندہ ہیں
یہ وہ راستے ہیں جن پر تم صدیوں سے راہبر ہو
تو کیا راہبر کے چولے میں رہزنی تمھارا پیشہ ہے؟
رہبری کے پردے میں رہزنی تمھارا دھندا ہے؟

شکر ایسی برقوں کا
رہ رہ کے جو چمکتی ہیں
پہچاننا تمھارے چہرے کو
ورنہ نقاب کے بھیتر
کس قدر تو مشکل تھا
اور ہوشیار کرنا
اوروں کو غیر ممکن تھا

مگر اب ہمیں
لاشوں پر پھٹے چیتھڑوں اور جمتے خون کی قسمیں
مردہ کُھلی آنکھوں میں زندہ خواب کی قسمیں
سفیروں کے لُٹے اعتبار کی قسمیں
منزلوں کی چاہ میں لوٹے گئے انسان کی قسمیں
ہم تمھاری رہزنی کو فاش کر دیں گے
تمھارا سر قلم کر کے سرِ بازار کر دیں گے
کہ آگے سے کوئی رہزن رہبری کا ڈھونگ کر کر کے
لوٹنا اس قوم کو ممکن نہ کر پائے
محفوظ منزل کا سفر ہر بار ہو جائے
اور منزلیں ہماری ہوں
حسن کے قصیدوں سی
عشق کے معیاروں سی
باغ میں بہاروں سی
پروائی کی بیاروں سی
منزلیں گیتا کا گیان ہو جن میں
رِشیوں کی کیفیت ہو

گھنٹیاں ہو مندر کی
اور خوشبوئیں عبادت کی

ہم کو
ان لاشوں پر پھٹے چیتھڑوں اور جمتے خون کی قسمیں
مردہ کھلی آنکھوں میں زندہ خواب کی قسمیں
سفیروں کے لُٹے اعتبار کی قسمیں
منزلوں کی چاہ میں لوٹے گئے انسان کی قسمیں
ہم تمھاری رہزنی کو فاش کر دیں گے
تمھارا سر قلم کر کے سرِ بازار کر دیں گے

◆◆

تمھاری رہبری کا یار کیا کہنا

تم کو رہبر چن لیا ہم نے
تمھاری رہبری کا یار کیا کہنا

شہد بن کے تلخیاں برتنا، ہواؤں کو زہر بار کر رکھنا
سارے رشتوں میں جوڑ توڑ کرنا، سب پہ قہر بن کے پھر بکھرنا
تمھاری صحبت کا یار کیا کہنا

ہاتھ کندھے پہ رکھ کے وار کر دینا، رشتہ داریوں میں رنجشیں رکھنا
بجلیاں بن کے ٹوٹتے رہنا، ڈال جس پہ بیٹھو وہ خاک کر دینا
تمھاری سیرت کا یار کیا کہنا

دوست کہہ کہہ کے دشمنی کرنا، راستہ دے دے کہ رہزنی کرنا
حوصلہ دے دے کے روکتے رہنا، قربتوں میں بھی فاصلے رکھنا
تمھارے ہنر کا یار کیا کہنا

یقین تم پہ اس قدر کرنا، آستیں میں سنبھال کر رکھنا
سوچا تھا چھوڑ دو گے تم ڈسنا، ہائے کتنا قصور تھا اپنا
اور تمھاری وفا کا یار کیا کہنا

اب یہ عالم کہ جاں نکلتی ہے، رُک رُک کے سانس چلتی ہے
زندگی موت جیسی لگتی ہے، اور قسمت بھی ہاتھ ملتی ہے
تمھاری نوازشوں کا یار کیا کہنا

ہم نے جتنے بھی راہبر بدلے، سارے خود غرض و دو غلے نکلے
ایک کیا سب کے سب وہی نکلے، اور ہر بار گھاٹے میں ہم نکلے
خیر زخم کتنے کرید کر رکھنا

پچھلی ناکامیوں کا یار کیا کہنا، ایرے غیروں پہ اعتبار کیا کرنا
اب تو سوچا ہے راہ اپنی خود چننا، تم سریکھوں سے دور ہی رہنا
اور قوم اپنی سنبھال کر رکھنا

تم کو رہبر چن لیا ہم نے
تمھاری رہبری کا یار کیا کہنا

◆◆

نظم

اندھیروں کی بات کرنے سے روشنی کترانے لگی ہے
لطیفوں میں ڈھال کر کے حقیقت کہی جانے لگی ہے
صبحیں اب رات کا رُخ دیکھ کر ہونے لگی ہے
اب یہ زندگی بھی موت کے نغمات گانے لگی ہے

بجلیاں اب بادلوں سے پوچھ کر کے کڑکتی ہیں
بارشیں بھی گھر محلّہ دیکھ کر کے برستی ہیں
راستے سب بند ہیں، دہشت زدہ ہے شہر سارا
فوجی ٹکڑیاں اب بستیوں میں گشت کرتی ہیں

خاموشیاں ایسی کہ جیسے قبر میں سویا ہو ہر اِک
جان اٹکائے حلق میں سانس روکے ہوئے ہے ہر اِک
ساتھ دینے کون آئے، کون کس کو دے دلاسا
بس یہ کالا دور گزرے، منتظر ہے ہر اِک

کیا ہوا کیسے ہوا کیوں کر ہوا یہ کیا بتائیں
وقت کی تبدیلیوں کو کیا گنائیں کیا سنائیں
پست ہوتی جان میں ہم حوصلہ کیسے جگائیں
یہ بلا کا وقت گزرے بس یہی ہیں پرارتھنائیں

◆◆

اشعار

○

حاکم بھی وہی منصف بھی وہی قاضی بھی وہی قاتل بھی وہی
ہم عشق کے مجرم لوگوں کا اس شہر میں ہوتا ہے جو ہونا ہے وہی

○

اس زندگی کو گر ہے اس قدر مزاج
جینا شروع کریں گے ہم اِبتدا سے آج

○

کبھی گزرے تھے تیرے کوچے سے ہم بھی مسکرا کر
جاگتے سوتے ابھی تک آنکھ سے آنسو نہیں تھمتے

○

تم حسن کی مہیما گاتے ہو اور عشق کا درد سناتے ہو
سچی لگتی جھوٹی باتیں یار کہاں سے لاتے ہو

○

کچھ تو آ جائے اندھیروں میں اجالے کی کرن
اپنے قاتل کو ذرا ہم بھی جھلک بھر دیکھیں

○

عجب شدت محبت کی، عجب گرمی وفاؤں کی
لیے بیٹھا ہوں شعلوں کو نہ جانے کب سے سینے میں

○

زخمِ جگر اور چاک گریباں دنیا کو دکھلاتے ہو
تم بھی یار غزل کے معنی کیا کیا تو بتلاتے ہو

○

رات کا وقت ہے، سُنسان بیابان ہے، مت جاؤ
بیر مجھ سے ہے میرے دوست زمانے سے نہیں ہے تم کو

○

○

زندگی اب کہ تیری باری ہے
داؤ پر تیرے موت ہاری ہے

○

جھروکے کی جھنجھری پہ ٹہنی ہلی تھی
میں سمجھا کہ تم لوٹ آئے ہو شاید

○

آمادہ خودکشی پہ جو ہو بھی گیا قلیلؔ
تیرا خیال کر کے وہ، وہ بھی نہ کرسکا

○

دو دن کی محبت تھی اِک عمر کا چرچا تھا
دو روز کی آمد سے اک عمر کا خرچا تھا

○

پھولوں سا من، چاند سا مُکھ جس نے بنایا تیرا
اس نے ہی دل دے کے مجھے دیوانہ بنایا تیرا

○

خون پسینہ دونوں
کام نہ آئے کونوں
بڑے چھچھوندر نکلے
آنکھ سہائے جونو

○

ویرانیوں کو آباد کر نہ سکے
ہم کوئی کام تیرے بعد کر نہ سکے

○

○

جو ذکرِ تمنا کرتے تھے، خواب سنجویا کرتے تھے
ان قصہ کہنے والوں کو سننے کے لیے اب کوئی نہیں

○

نیند اُچٹتی ہوئی آنکھوں میں بسی ہے اب تک
خواب کچھ ہیں جو ابھی دیکھنا باقی ہیں مجھے

○

ہنستے تھے ہم جو اب تک جوانی کی آڑ میں
جوانی ہنسی تھی ہم پر ہم نے یہ آج جانا

○

آنسو بہا رہے ہیں ہنستے بھی جا رہے ہیں
اِس دل کے داغ دیکھو کیا کیا دکھا رہے ہیں

○

دوستی اتنی بھی اچھی نہیں قلیلؔ
کبھی ہم کو بھی عشق تھا کسی سے

○

میرے قریں رہا تو روتا رہے گا شاید
ایسا کرو کہ دل تم اپنے نام لے لو

○

جانے کہاں سے آ گئی مجھ میں طاقتِ سخن
کس بانکپن سے کہہ گیا اس دل کی بات میں

○

تم سو سکوگے آج ذرا سوچ لو قلیلؔ
ان سے لڑا کے آنکھ کوئی سو نہیں سکا

○

○

دشتِ پُرخار اِب بہاراں ہے
یا خزاؤں نے روپ بدلا ہے

○

دِل میں سیسہ اتار ڈالا ہے
زندگی تو نے مار ڈالا ہے

○

تنہائی کی راتوں میں وہ یاد یوں آتا ہے
جیسے کہ اندھیرے میں تارا کوئی ٹوٹ رہا ہے

○

دل کی ہراک بات لب تک نہ آسکی
لاکھوں حسیں خیال گھٹ کر کے رہ گئے

○

بھولنا کتنا خوشگوار ہوتا ہے
یاد رکھ رکھ کے جان پائے ہم

○

ہزار درد بہے ہیں براہِ چشم
کبھی خوشی بھی اشک بن کے بہے

○

پیار آنکھوں میں، چاشنی لب پہ
لوٹنے والے، روپ تو بدلا ہوتا

○

جانے کب سنجوگ لگے اب تم سے ملنے جلنے کا
کہہ ڈالو تم جو بھی تم کو میری بات اکھرتی ہے

○

○

بارش کے امکان ہوئے ہیں آگ برسنے والی ہے
ایک نئی شروعات کی شاید منشا ہے اب رحمت کی

○

اپنی گردن پہ چلا جو خنجر
دھار بھی اس کی دھری ہے ہم نے

○

غمِ جہاں سے بھی اُکتا گئے ہیں دل والے
غزل سرا ہیں محبت کے حادثے پھر سے
تم اپنی ذات سے بڑھ کر کے سوچ کر دیکھو
مجال ہے بہار آ نہ جائے لوٹ کے پھر سے

○

ہار میں جیت کبھی جیت میں ہار نظر آتی ہے
زندگی کیا ہے سمجھنے میں گزر جاتی ہے

○

محدود ہو کے رہنا قسمت کی بات ہے
دریا کے ورنہ سب طرف پھیلاؤ تھا بہت

○

محبت کے معنی بتانے لگا تھا
کہ چہرے پہ اس کے ہنسی پھوٹ آئی

○

محبت جس کو کہتے ہیں تمھیں معلوم ہے کیا ہے؟
بڑی آسان سی شے ہے، بہت مشکل نبھانا ہے

○

○

رات بھلی اُجیارے دِن سے
رات کم از کم صبح دے گی

○

موت کے گھاٹ اترنے والے
تیغ دکھتی ہے تو کیا لگتا ہے؟

○

ضبط بے چارہ کیا کرلیتا
آنکھ کے آنسو باغی نکلے

○

جلے کا زخم ہے جائے گا داغ دے کے قلیلؔ
وہ تو کہیے کہ یہ دل ہے ورنہ چھپاتے کیسے

○

بہرحال مشکل ہے اب بھول جانا
مگر جس کو چاہا غلط شخص نکلا

○

ان کی تصویر نگاہوں میں بسی ہے اب تک
جانے کیا بات ہے ہنستا ہوں تو رو دیتا ہوں

○

مار پیٹ کر پھر پُھسلایا
وقت نے کیا کیا روپ دکھایا

○

ہوش اڑنے سے ہوش آنے تک
ایک لمحے میں کتنی راحت ہے

○

○

وہ لوگ جو کل تک اپنے تھے
اب کس کے ہیں معلوم نہیں

○

کیا غمِ جاناں کیا غمِ دوراں
ہم بھی پریشاں تم بھی پریشاں

○

ان سے مل کر کے یوں لگا گویا
لوگ یوں ہی نہیں بدل جاتے

○

تارے بھی گن لیے، صبح بھی ہوگئی
کیوں دیدِ منتظر اب کیا خیال ہے

○

کبھی تو ہم سے ملو پلک اٹھائے ہوئے
تیری نظر کو مجھی سے حجاب ہے شاید

○

ان کو دیکھا مگر نہیں دیکھا
مدتوں جن کا راستہ دیکھا

○

جانے کیا ہے کہ ہمیں یاد سا آجاتا ہے
ہر وہی شخص جسے بھولنا مشکل بھی نہیں

○

پھول کی کونپل پہ لگا دو موتی
اس طرح چہرے پہ ہیں آنکھیں تیری

○

○

جذبات کند ہوئے جاتے ہیں، دل میرا ناراض ہے مجھ سے
غزل تو چھوڑیے اِک شعر مکمل نہیں ہوتا اب کہ

○

گزر جاتی ہیں عمریں خود کو تلاش کرنے میں
زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں لوگ مرنے میں

○

جواب دے کے محبت کا کیا کرے گا
مرے گا ساتھ لے کے، کہ مر کر بھی ساتھ دے گا

○

تیری انفاس کی خوشبو سے معطر ہے دل
نکہتِ لالہ و گل میرے لیے کیا معنی

○

عشق کو دل لگی سمجھنے والے
سنبھل جائیں تو کہنا پھسلنے والے
میں سدا مسکراتا ہی رہا ہوں
میرا حال سمجھے ہیں صرف رونے والے

○

Tasawuraat

(Urdu Poetry)

QALEEL JHANSVI
(Ashok Kumar Shrivastava)

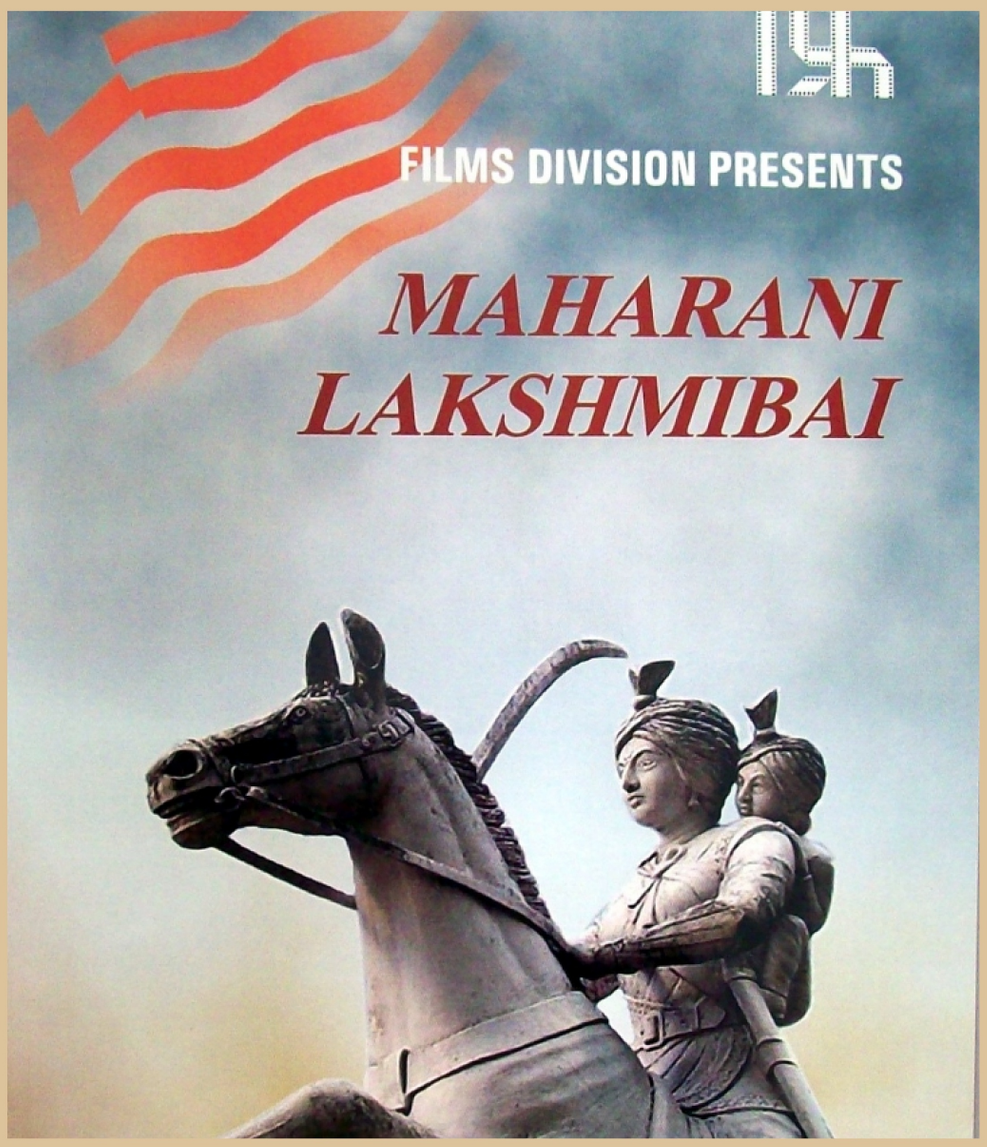

اشوک کمار شری واستو نے اپنے وطن جھانسی کی مہارانی لکشمی بائی پر
ایک گھنٹے کی ایک تصدیق شدہ مستند فلم بنائی ہے، یہ پوسٹر اُسی فلم کا ہے۔